© rasailojaraid.com

کے لیے تصنیف کی تھی ۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی دیگر کتب فارسی زبان میں طبع ہوئی ہیں ۔

عربی زبان پر مکمل دسترس ہونے کے باعث شاہ صاحب نے عربی عبارت بہت عمدہ اور خوبصورت انداز میں تحریر فرمائی ہے ۔ آپ نے پانچ سال کی عمر میں حفظ قرآن کے بعد اپنی جولانی طبع اور تیزی ذہن کے باعث گیارہ سال کی عمر میں فارسی کتب کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی ابتدائی کتب پر مکمل عبور حاصل کر لیا تھا ۔

اہل سنت و الجماعت کے سر برآوردہ عالم و فاضل شاہ عبدالعزیز عبرانی زبان بھی جانتے تھے ۔ آن کے ملفوظات میں خود آن کی زبانی یہ الفاظ درج کیے گئے ہیں کہ :

''اکابر علماء میں سے عبرانی زبان کے جاننے والے کوئی فاضل میرے پاس آئے ۔ میں نے آن سے توریت تحقیق کی جو عبرانی زبان میں ہے چنانچہ انھوں نے توریت کی چند آیتیں مع ترجمہ کے پڑھ کر سنائیں''[۸]

شاہ صاحب کا یہ قول اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ شاہ صاحب عبرانی زبان سے واقفیت رکھتے تھے اور ضعیف العمری کے باوجود کافی شوق اور دلچسپی سے یہ زبان سیکھی تھی ۔

جماعت دیوبند کے پیشوائے اعظم شاہ عبدالعزیز مندرجہ بالا زبانوں کے علاوہ جغرافیائی معلومات میں بھی ملکہ رکھتے تھے ۔ شاہ ولی اللہ کے مدرسہ رحیمیہ میں حدیث و تفسیر کے ساتھ ساتھ منطق و ریاضی کی بھی تعلیم دی جاتی تھی ۔ دوسرے طلباء کے ساتھ ساتھ شاہ عبدالعزیز بھی اس عظیم درسگاہ کے ہر علم سے فیض یاب ہوئے ۔ آپ بہت چھوٹی عمر میں ایک ماہر ریاضی دان بن چکے تھے ۔ سوڈان کے حالات و واقعات پر لکھا ہوا آپ کا قصیدہ اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ آپ جغرافیائی معلومات پر مکمل عبور رکھتے تھے ۔ ان تمام علوم کے علاوہ کلام الٰہی کی تفسیر اور احادیث کی روشنی میں اس کے معانی کی تشریح و توضیح پر پوری توجہ دیتے تھے ۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کرنے کے ساتھ ہی بعض کتب احادیث کی سند اپنے والد کے جلیل القدر تلامذہ شاہ محمد عاشق پھلتی اور خواجہ امین اللہ کشمیری سے لی ۔ قرآن و حدیث کا بنظرغائر مطالعہ اور درس آپ کا مقصد حیات تھا ۔ شاہ عبدالعزیز محدث، دہلوی دہلی کے نامور مدرس ، مصنف ، خطیب ، واعظ ، شیخ طریقت ، فقیہ ، محدث مفسر اور عارف کامل تھے ۔ آپ نے مسند درس و سلوک پر متمکن ہوتے ہی شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کے مطابق اصلاح امت کے لیے کام کرنا شروع کر دیا ۔ شاہ صاحب نے نہایت دلنشین و موثر اور سادہ و قابل فہم انداز میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جس میں طلباء سے زیادہ عوام دلچسپی لینے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگے ۔ آپ نے درس و تدریس ، تصنیف و تالیف ، افتاء و فصل خصومات ، وعظ و پند اور علوم و معارف دینیہ سے ملت اسلامیہ کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں ۔ محدثین و مشائخ کے قابل فخر استاد مولانا شاہ عبدالعزیز سیاسی انتشار اور ناسازگار حالات میں بھی اسلام و ایمان کے قیام و فروغ اور بقا و استحکام کے لیے کوشاں رہے جیسا کہ صاحب اتحاف النبلاء رقمطراز ہیں کہ :

''خاندان ایشاں علوم حدیث و فقہ حنفی ست خدمت ابن علم شریف چنانکہ ازیں اہل بیت بوجود آمدہ دریں کشور از خانمان دیگر معلوم و معہود نیست تخم عمل بالحدیث در حقیقت پدر ایشاں دریں سرزمین کاشتہ اند و ایشاں آنرا برگ و بار بخشیدہ و اند در بلاد ہند جز فقہ حنفی ہیچکس علم حدیث و تمسک بداں در علم و عمل نمی شناخت''۹

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ، محدث ، مفسر اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ وعظ و تقریر میں بھی ملکہ رکھتے تھے ۔ آپ کی سلجھی ہوئی معجزانی تقریر میں بلا کا جادو تھا ۔ آپ کی شیوا بیانی کا ہر موافق و مخالف پر یکساں اثر ہوتا تھا ۔ صاحب اتحاف النبلاء رقمطراز ہیں کہ :

''در کثرت حفظ و علم ، تعبیر رؤیا و سلیقہ وعظ و انشا و تحقیقات نفائس علوم و مذاکرہ و مباحثہ با خصوم ممتاز و اقران بودند و معتقد فیہ موافق و مخالف تمام عمر در تدریس افتاء و فصل خصومات و وعظ و تربیت مریداں و تکمیل شاگرداں گذرانید''۱۰

شاہ صاحب ہفتہ میں دو مرتبہ منگل اور جمعہ کے دن دہلی کے کوچہ جیلان کے پرانے مدرسے میں وعظ فرمایا کرتے تھے ، جس میں تین چار ہزار سامعین کا مجمع ہوتا تھا ۔ خاندان کے تمام لڑکے بھی اس درس میں شامل ہوتے تھے ۔ علم و فضل کے اس سرتاج کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہونے کے لیے خواص و عوام جمع ہو جاتے تھے ۔ علمائے کرام تفسیر بیضاوی ، تفسیر نیشاپوری ، تفسیر کشاف اور دیگر مشکل تفاسیر کو سمجھنے کے لیے اس مجلس کو رونق بخشتے ۔ حتی کہ مخالفین گھروں سے یہ ارادہ کرکے نکلتے کہ وعظ کے دوران میں کسی مسئلے میں اعتراض کریں گے لیکن آپ کے عجیب و غریب طرز بیان سے کسی میں مزاحمت کی گنجائش نہ ہوتی تھی ۔ آپ کی تقریر سے غیر مسلم مسلمان ہو جاتے اور شکوک و اوہام والے قوت اعتقاد حاصل کرتے ۔ وعظ ختم ہونے تک مجلس پر مکمل سکوت اور خاموشی چھائی رہتی ۔

شاہ صاحب اپنے وعظ میں نکات قرآن مجید کو اس طرح بیان کرتے کہ جیسے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہو ۔ آپ کی اس سحر آمیز اور جادو بھری تقریر سے ہرمذہب و ملت کا آدمی متاثر ہوتا اور خوشی و مسرت محسوس کرتا تھا ۔ صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آثار الصنادید آپ کی اس خوبی کے بارے میں فرماتے ہیں :

''ہفتہ میں دوبار مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی اور شائقین صادق العقیدت و صافی نہاد خواص و عوام مورو ملخ سے زیادہ جمع ہوتے تھے اور طریقہ رشد و ہدایت کا استفاضہ کرتے''۱۱

گویا شاہ صاحب میں تقریر و خطابت کی صلاحیتیں اوائل عمری سے ہی موجود تھیں ۔ سینکڑوں تشنگان علوم دین اور طالبان حق میلوں کا سفر طے کرکے آپ کی فصیح و بلیغ ، موثر ، دلچسپ ، شستہ و منجھی ہوئی محفل وعظ و تبلیغ میں بہت شوق سے حاضر ہوتے اور مطمئن واپس جاتے ۔ شاہ صاحب کسی اہم اور مشکل بحث کو اس طرح آسانی اور خوبی سے بیان کرتے کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء دنگ رہ جاتے ۔

شاہ صاحب کی موثر وعظ و تذکیر نے اہل دہلی کی کایا پلٹ کر رکھ دی تھی ۔ اپنی تقاریر میں قرآن پاک کی تفسیر اور احادیث کی روشنی میں اس کے معانی کی تشریح و توضیح بیان فرمایا کرتے تھے جیسا کہ ملفوظات عزیزی میں فرماتے ہیں کہ ''منگل کے روز میں نے قل ھو اللہ کی تفسیر میں بیان کیا تھا کہ اللہ اس ذات کا نام ہے جو تمام صفات کمالیہ کا جامع ہوئے اور وہ ذات حق سبحانہ ہے ۔ حضرت غوث الاعظم سے مروی ہے کہ اسم اعظم یہی ہے ۔ بشرطیکہ کہنے والے کے دل میں سوائے اللہ کے کچھ نہ ہو ۔ پھر عرض کیا کہ بندہ کو بہ نسبت دوسرے ناموں کے زیادہ تر اسی نام سے سکون و طمانیت قلب حاصل ہوتا ہے ۔''۱۲

شاہ عبدالعزیز واعظ و خطیب ہونے کے علاوہ صوفی اور متکلم بھی تھے ۔ آپ کے فتاویٰ میں تصوف کے بے شمار مسائل و امور کا حل موجود ہے ۔ اس کے علاوہ آپ کی شاہکار تصنیف تحفہ اثنا عشریہ میں کئی جگہوں پر کلامی مباحث موجود ہیں ۔

مغلیہ سلطنت کے دور آخر میں مسلمانان ہند کے سیاسی انحطاط ، اخلاقی اقدار کی پامالی ، معاشرتی تباہی و بربادی اور معاشی بدحالی کے باعث تعلیمی و مذہبی معیار بے حد پست ہو چکا تھا ۔ اس پرآشوب اور پرفتن دور میں ہندوستان کے مدارس میں عربی اور فارسی کی معمولی تعلیم کا اندازہ اس دور کی مروجہ نصابی کتب مثلاً گلستان ابوالفضل، بہار دانش ، انوار سہیلی ، یوسف زلیخا اور سکندر نامہ سے ہو سکتا ہے ۔ تفسیر ، حدیث اور فقہ کی عربی تعلیم کے باوجود بھی ان علوم کی کتب کے پڑھنے کا کوئی رواج نہ تھا ۔ قرآن پاک کا مطالعہ صرف مریضوں کی جھاڑ پھونک کے لیے کیا جاتا تھا ۔ بعض لوگ ان علوم کی تعلیم کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی تحصیل ناجائز اور حرام تصور کرتے تھے ۔ فتنوں اور مصائب کے اس دور میں اللہ تعالیٰ نے سلوک راہ عرفان میں طالبین کی راہنمائی و اصلاح اور اسلام کی تبلیغی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدمات کے لیے مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جیسی بلند پایہ اور معزز و نامور شخصیت کو منتخب کیا ۔ شاہ عبدالزیزؒ کو تمام علوم عقلیہ اور فنون نقلیہ پر کامل دسترس حاصل تھی جس کی تائید میں انتظام اللہ شہابی رقمطراز ہیں کہ

"شاہ عبدالعزیز دہلوی ابن شاہ ولی اللہ محدث کابرا عن کابر در حدیث و فقہ اصول و تمامی علوم عربیت خاصہ لغت مشہور اند۔"۱۴۲

شاہ صاحب نے تیرہ برس کی عمر میں کتب درسیہ ، صرف و نحو ، فقہ ، اصول فقہ ، کلام ، عقائد ، ہندسہ ، ہیئت اور ریاضی وغیرہ میں خاصی مہارت حاصل کر لی تھی ۔ آپ کو نہ صرف ان تمام علوم میں شہرت و ناموری اور فوقیت و عظمت حاصل تھی بلکہ فارسی ، اردو ، عربی اور عبرانی زبانوں پر عبور رکھنے کے علاوہ تاریخ اور جغرافیہ کے متعلق بھی کافی معلومات رکھتے تھے ، جیسا کہ آپ کے علوم کے متعلق صاحب علم و عمل لکھتے ہیں کہ

"آپ علم تفسیر ، حدیث ، فقہ ، سیرت اور تاریخ میں شہرہ آفاق تھے اور ہیئت ، ہندسہ ، مناظر ، اصطرلاب ، جر ثقیل ، طبیعات ، الہیات ، منطق ، اتفاق ، اختلاف ، ملل ، نحل ، قیافہ ، تاویل ، تطبیق ، مختلف اور تفریق مشتبہ میں یکتائے زمانہ تھے ۔ فن ادب اور ہر قسم کے اشعار سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے ۔"۱۴۴

شاہ صاحب نے اس ماحول کی بداعمالیوں کے استحصال کے لیے جرات مندانہ قدم اٹھاتے ہوئے اس بگڑی ہوئی قوم کو پوری توجہ اور سرگرمی سے مندرجہ بالا تمام علوم و فنون کی طرف متوجہ اور راغب کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنی مسلسل مساعی جمیلہ اور انتھک تبلیغی جد و جہد سے اخلاق ، مذہبی اور تعلیمی حالت کو بہتر بنا دیا۔ نتیجتاً آپ کی ان تبلیغی کوششوں سے ہر جگہ مذہب اور دین عام ہوگیا ۔ مساجد میں نمازیوں کی تعداد میں اضافے کے باعث جگہ ملنی مشکل ہو گئی تھی ۔ قرآن پاک کی تعلیم کی طرف میلان اتنا بڑھ گیا تھا کہ سب سے پہلے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم کی طرف رغبت دلائی جاتی ۔ حتیٰ کہ مسجدوں ، خانقاہوں میں تعلیم قرآن کے مکاتیب اور مدارس قائم ہوگئے ۔

علم و فضل میں ممتاز ہونے کے باعث مسند درس و خلافت پر فائز ہوتے ہی درس و تدریس ، ہدایت و ارشاد ، فصل خصومات و پند و موعظت ، افتا و تصنیف و تالیف اور شاگردوں کی اعلیٰ پیمانے پر تعلیم و تربیت کو اپنا شعار بنایا ۔ علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث و فقہ کی درس و تدریس سے مسلمانوں میں اصلاحی روح پھونکتے ہوئے عظیم انقلاب پیدا کیا ۔ ایسے سیاسی انتشار اور ناسازگار حالات میں دہلی میں بیٹھ کر دین اسلام اور اہل سنت و الجماعت کی حمایت و حفاظت کرتے ہوتے مدرسہ عزیزی کو چار چاند لگا دیے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ صاحب اپنے زمانے کے مرجع علماء و مشائخ تھے ۔ دنیوی جاہ و عظمت اور احترام عظیم کے ساتھ ساتھ باطنی کمالات بھی رکھتے تھے ۔ آپ کا شمار مجتہد علماء اور مستند دینی فضلاء میں ہوتا ہے ۔ آپ اپنے زمانے میں ہندوستان کے معزز ترین عالم دین تسلیم کیے جاتے تھے ۔ علوم کی تحقیقات اور مخالفین کے ساتھ مذاکرہ و مباحثہ میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز مقام رکھتے تھے ۔

حکومت ہند نے آپ کو علامہ تفضل حسین کے ذریعے کلکتہ کے مدرسہ عالیہ کی صدارت کی پیش کش کی لیکن آپ نے شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کو عوام تک پہنچانے، درس و تدریس اور وعظ و خطابت سے عوام الناس کو رشد و ہدایت کی طرف لانے اور علوم اسلامی کی اشاعت کو اس دنیاوی عز و جاہ پر ترجیح دی ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی مشہور و نامور شخصیت اور علمی قابلیت کے باعث اپنے جلیل القدر خاندان کو تمام دنیا سے روشناس کروایا ہے ۔ درحقیقت اگر ہندوستان میں یہ قابل احترام خاندان اور شاہ عبدالعزیز کی مقبول و معروف ذات گرامی موجود نہ ہوتی تو اس خاندان کو یہ شہرت و ناموری حاصل نہ ہوتی اور سرزمین ہندوستان کے باشندے بھی گمنامی کے اندھیروں میں بھٹکتے رہتے ۔

شاہ صاحب کی شخصیت بہترین انسانی ہمدردی، ذاتی خوبیوں اور علمی کارناموں کے باعث خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ شاہ صاحب کی گوناگوں علمی و ادبی صلاحیتوں کا اندازہ آپ کی قابل قدر تصنیفات سے ہوتا ہے ۔ مختلف مواقع پر خاص ضرورت کے تحت لکھی گئی یہ کتب آپ کی بے نظیر یادگار ہیں اور آپ کے یہ علمی و ادبی جواہر ریزے آج بھی نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ پوری اسلامی دنیا میں مقبولیت کا درجہ رکھتے ہیں ۔ آپ کی ہر تصنیف اپنی جگہ علم کا ایک ٹھوس ذخیرہ ہے ۔ شاہ صاحب ہر مکتبہ خیال کے اہل سنت حضرات میں مقبول و معروف ، سربر آوردہ عالم اور ارباب تصوف کے ایک مایہ ناز بزرگ ہیں اور آپ کا شمار اسلامی ہند کے صف اول کے علماء میں ہوتا ہے ۔

آپ کے علمی کارناموں میں آپ کی تصنیف ''تحفہ اثنا عشریہ'' یقیناً آپ کا قابل ذکر اور اہم ترین کارنامہ ہے اور اپنے موضوع پر حرف آخر ہے ۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب کی تفسیر ''فتح العزیز'' بھی اپنی جگہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے ۔ اس تفسیر کو شاہ صاحب نے انتہائی کمزوری کی حالت میں املاء فرمایا تھا ۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب نے بہت سے رسائل اور متعدد کتب کی شروح ، حواشی اور تعلیقات بھی تحریر فرمائیں ، جن میں مندرجہ ذیل مشہور و معروف ہیں ۔

فتح العزیز المعروف بہ تفسیر عزیزی

رئیس العلماء ، افضل الفضلاء شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی قرآن پاک کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تفسیر ''فتح العزیز'' اپنی نوعیت میں تمام دوسری مضبوط تفاسیر سے ممتاز ہے۔ یہ تصنیف ایک بلند درجہ کی تفسیر ہونے کے باعث علمی معیار پر پوری اترنے کے لحاظ سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس تالیف میں نظم قرآنی اور تفسیری نکات کے خوبصورت جڑاؤ سے شاہ صاحب کی علمی و ادبی صلاحیتوں کا اندازہ لگانا بہت آسان ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب خود بھی اپنی اس معرکۃ الاراء تفسیر پر خوشی اور فخر محسوس کرتے ہوئے اپنے شاگرد مرزا حسن علی محدث کے ایک خط کے جواب میں، جو دراصل ''تحفہ اثنا عشریہ'' کے معترضین کے لیے لکھا تھا، فرماتے ہیں:

''و معہذا جائے طعن معاندان و حاسدان وقتے متوجہ فقیر می تواند شد کہ این فقیر دعوای تصنیف این کتاب را موجب افتخار خود دانستہ تقریراً و تحریراً بقلم زبان یا بزبان قلم کردہ باشد معلوم صاحب است کہ این کتاب را تصنیف حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابو الفیض نوشتہ ام اگر منظور دعوای نسبت این کتاب خود می بود چیرا این قدر اخفا بنامہاے غیر معروف بعمل می آوردم بلکہ حالاہم ہرگز بہ نسبت این کتاب بطرف خود خوش نمیشوم آرے اگر تفسیر فتح العزیز و امثال ابن تصانیف را اگر بہ فقیر نسبت کنند موجب شادمانی خاطر می گردد۔''۱۵

گویا شاہ عبدالعزیز اپنے اس گراں قدر اور مایہ ناز ادبی شہ پارے پر بہت مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شاہ صاحب نے پورے قرآن پاک کی تفسیر لکھ کر اُس کا نام ''فتح العزیز'' رکھا یا اس وقت دستیاب شدہ صرف سوا تین سیپاروں (شروع کے سوا سیپارہ سے کچھ زائد اور آخری دو سیپارے) کی تفسیر تحریر فرمائی۔ اس (تفسیر) کے متعلق مختلف الخیال قسم کی روایات ملتی ہیں۔ بعض لوگوں کے خیال میں آپ نے پورے قرآن پاک کی تفسیر لکھی تھی، جس کا کافی حصہ ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ضائع ہوگیا اور کچھ روایات سے اس بات کا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ آپ نے صرف سوا تین سیپاروں کی تفسیر تحریر فرمائی تھی۔

شاہ صاحب نے ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳ء میں، جب کہ آپ بے شمار مہلک امراض میں مبتلا تھے اور آپ کی بینائی بھی تقریباً ختم ہو چکی تھی، یہ تفسیر تحریر فرمائی جیسا کہ خود ''فتح العزیز'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ ''تفسیر لکھنے کا مقصد مولانا شاہ فخر الدین صاحب کے مرید شیخ مصدق الدین عبداللہ کی خواہش اور اُن کا شوق تھا چونکہ بصارت اُس وقت تقریباً زائل ہو چکی تھی اس لیے یہ تفسیر خود تحریر کرنے کی بجائے املا فرمائی تھی۔''۱۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مندرجہ بالا بیان کے بعد عام خیال یہی کیا جاتا ہے کہ آپ نے اتنی ہی تفسیر تحریر فرمائی جتنی کہ آج قلمی یا شائع شدہ شکل میں دستیاب ہے۔ اس کی تائید میں صاحب تذکرہ علمائے ہند ''تفسیر سورۃ بقرہ دو پارہ اخیر قرآن مجید از تصانیف''۱۷ جیسے الفاظ لکھتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی چند حقائق کی روشنی میں مندرجہ بالا بیان کی تردید ہوتی ہے کہ آپ نے پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھی تھی اور اس خیال کی تائید میں صاحب ''مقالات طریقت'' لکھتے ہیں کہ ''شاہ صاحب اپنی زندگی میں اس (تفسیر) کو مکمل نہ کر سکے، اس لیے آپ کے تلمیذ مولانا حیدر علی فیض آبادی (متوفی ۱۲۹۹ھ) صاحب منتہی الکلام نے نواب سکندر بیگم والیہ بھوپال کی خواہش پر اس کو ستائیس جلدوں میں مکمل کیا — اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی یہ فارسی تفسیر اکبر آباد کے قاضی کے ہاں موجود ہے مگر چھپی نہیں۔''۱۸

اس کے علاوہ شاہ عبدالعزیز کی تصانیف کی مختلف عبارات سے یہ بات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھی تھی۔ آپ اپنی تصنیف ''فتاویٰ عزیزی'' میں متعدد مقامات پر آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ''فتح العزیز'' کا حوالہ دیتے ہیں مثلاً ''ثم انشانا من بعدھم قرناً آخرین (الخ) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''نقلاً ھذہ التفسیر من کتاب ''فتح العزیز''۔۱۹

پھر ایک دوسری جگہ ''کلما نضجت جلو دھم بدلنا ھم جلوداً غیرھا لیذوقو العذاب'' (الخ) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''تفسیر فتح العزیز میں سورۃ نساء کی تفسیر میں اس آیت کے بیان میں لکھا ہے۔''۲۰

ایک دوسری جگہ پر ''و ھو الذی خلق السموات و الارض فی ستۃ ایام'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''چنانچہ تفصیل آن دفعات در سورۃ سجدہ مذکور است و در تفسیر فتح العزیز شرح آن بوجہ متوفی مذکور شد چوں این وقت حواس نبود نقل از مسودہ آن ممکن نشدہ۔''۲۱

ایک اور مقام پر ''انا عرضنا الامانۃ'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''نقلا عن مسودۃ فتح العزیز فی سورۃ آل عمران قولہ تعالیٰ قل امنا باللہ و ما انزل علینا فقط۔''۲۲

ان تمام سورتوں کی تفسیر کے حوالہ جات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ شاہ صاحب یقیناً پورے قرآن پاک کی تفسیر احاطہ تحریر میں لا چکے تھے۔ لہذا اگر ایک طرف صاحب ''تذکرہ علمائے ہند'' کے قول اور اس دور میں دستیاب شدہ فقط سوا تین سیپاروں کی تفسیر کو درست مان لیا جائے تو پھر قدیم تذکرہ نگار صاحب ''مقالات طریقت'' کا یہ قول کہ ''شاہ صاحب کی یہ مکمل تفسیر اکبر آباد کے قاضی کے پاس موجود ہے'' اور ''فتاویٰ عزیزی'' میں مختلف آیات کی عبارات کے تحت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیے گئے ''فتح العزیز'' کے حوالے غلط ہو جائیں گے، جو سراسر زیادتی ہے اور شاہ صاحب کی تفسیر ''فتح العزیز'' کے حوالے دینے کی تائید میں ایک اور شہادت پیش کی جاتی ہے۔ جو شاہ صاحب کے سوانح نگار پروفیسر عضد الدین تحریر کرتے ہیں کہ ''اس تفسیر کے چند اوراق قلمی شکل میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانے میں نمبر ۲۲۷ کے تحت موجود ہیں اور یہ اوراق شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نام منسوب ہیں اور اس میں سورۃ مائدہ کی آیت ۷۳ تک کی تفسیر ملتی ہے۔ اس مخطوطہ کے آخر میں یہ عبارت درج ہے۔

''شاہ عبدالعزیز ہشتم جمادی الاول روز- پنجشنبہ در لکھنؤ در عمل نصاری ۱۲۲۷ھ الحمدللہ رب العالمین صلوٰۃ اللہ و سلامہ'—علی محمد خیر خلقہ و اصحابہ اجمعین۔''

پھر لکھتے ہیں کہ ''یہ تفسیر مجھے اپنے ایک محترم بزرگ مولانا مسیح الزماں صاحب قاسمی کے ذاتی کتب خانہ میں ملی ہے جو سورۃ المومنین سے لے کر سورۃ یسین تک کی فارسی تفسیر اور ۲۵۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب مطبع انصاری دہلی سے شائع ہو چکی ہے لیکن اس پر سنہ طباعت درج نہیں ہے البتہ کتاب کے مقدمے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تیرہویں صدی ہجری کے نصف آخر کی شائع شدہ ہے۔''۲۳

لہذا ان شواہد کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ شاہ صاحب نے پورے قرآن مجید کی تفسیر تحریر فرمائی تھی۔ ممکن ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہ تفسیر بذات خود نہ لکھی ہو چونکہ شاہ صاحب نے اپنے درس میں پورے قرآن پاک کی تفسیر فرما دی تھی، اس لیے آپ کے کسی شاگرد نے آپ کے درس قرآن کے دوران میں ہی مکمل قرآن مجید کی تفسیر لکھ لی ہو۔ شاہ صاحب نے سورۃ بقرہ کے تیئسویں رکوع کی دوسری آیت کی نامکمل تفسیر کی ہے اور آخری جملہ بھی پورا نہیں کیا۔ یہ تفسیر شاہ صاحب نے ۱۲۰۸ھ میں تحریر فرما دی تھی اور تفسیر کے اکتیس سال بعد ۱۲۳۹ھ میں شاہ صاحب کا انتقال ہوا تو کیا شاہ صاحب اس عرصے میں اس تفسیر کو مکمل نہیں کر سکے۔ چنانچہ اس کے بارے میں کچھ قیاس کرنا مشکل دکھائی دیتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کی یہ سوا تین سیپاروں کی تفسیر تو آپ نے اپنے شاگرد شیخ مصدق الدین کو املا کروائی تھی جیسا کہ تفسیر ''فتح العزیز'' کے مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے تو باقی تفسیر آپ نے کب اور کیسے تحریر فرمائی۔ اس سلسلے میں یہ جواز پیش کیا جا سکتا ہے کہ عین ممکن ہے، ان سوا تین سیپاروں کی تفسیر کے بعد آپ نے لوگوں کے کہنے پر باقی پورے قرآن پاک کی تفسیر بھی املا کروا دی ہو اور پھر مختلف عوارض کے باعث اس مسودے پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔ اس وجہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ مسودہ بیاض تک نہ پہنچ سکا ہو اور نہ ہی اس کی متعدد نقلیں شائع ہوئی ہوں لہذا امتداد زمانہ کے ہاتھوں وہ مسودہ بھی ضائع ہوگیا ہو جیسا کہ صاحب ''نزھۃ الخواطر'' لکھتے ہیں کہ

اما مصنفاتہ فاشھرھا : تفسیر القرآن المسمی بفتح العزیز صنفہ فی شدۃ المرض و لحوق الضعف املاءا و ھو فی مجلدات کبار—ضاع معظمھا فی ثورۃ الھند و ما بقی منھا الا مجلدان من اول و آخر ۔''۲۴

چنانچہ مندرجہ بالا قرائن و شواہد کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہ صاحب نے پورے قرآن کی تفسیر املا کروائی تھی اور شدید امراض کے باعث نظرثانی کرنے کا موقع نہ ملا ۔ یہاں تک کہ آپ اس جہان فانی سے کوچ کرگئے ۔ بعد ازاں آپ کی تفسیر ''فتح العزیز'' کی متعدد جلدیں تسلسل حوادث (غدر) سے نہ بچ سکیں اور آج جو جلدیں مطبوعہ شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں، صرف وہی زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہیں ۔

شاہ صاحب کی یہ قابل قدر ، بے مثل اور لاجواب تفسیر ''فتح العزیز'' آپ کے وسعت علم و کمال پر ایک پختہ دلیل ہے ۔ یہ تفسیر ہندوستان (کلکتہ) میں دو بار شائع ہو چکی ہے ۔ پہلی دفعہ ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۱ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء میں ، بعد ازاں ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء اور ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۵ء میں اردو ترجمہ و تفسیر کے ساتھ بھی طبع ہوئی ۔

عجالہ نافعہ

خاتم المفسرین شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے مشہور و مقبول فارسی رسالہ ''عجالہ نافعہ'' اصول حدیث کے متعلق تحریر فرمایا ہے ۔ اس مختصر اور جامع و نافع رسالے میں مصطلحات حدیث اور اس کے اقسام و مراتب کے علاوہ احادیث کی تنقید کے اصول و قواعد نہایت خوش اسلوبی اور اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں ۔ ان اصول و قواعد کو مدنظر رکھ کر احادیث کے موضوع ، صحیح ، حسن ، احسن اور متفق علیہ ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے ۔ اس دل پسند ، مفید اور عجلت میں لکھے گئے رسالے کے فوائد سے علماء و طلباء حدیث کبھی بھی مستغنی نہیں ہو سکتے ۔ شاہ صاحب اس رسالے کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہیں :

''این رسالہ ایست رائعہ و عجالہ ایست نافعہ در فوائد متعلقہ بعلم حدیث کہ باعث بر تحریر آن شوق و خواہش برادر عالی—سید قمر الدین الحسنی است درین ایام واعیہ اشتغال باین علم شریف و فن منیف در خاطر عاطر ایشان تمکن و رسوخ پیدا کردہ و ازین ہیچمندان محفل افادہ و ستفادہ بنابر حسن ظنے کہ دارند درخواست اجازت ابن کار و اعانت در تحمل این بار فرمودہ اند : بحکم ان للہ فی ایام دھرکم لنفحات الافتعرضوا لھا تعرضا لنفحات اللہ''۔۲۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس رسالے کی فصل اول میں علم حدیث کے فوائد کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ علم القرآن ، عقائد اسلام ، احکام شریعت اور اصول طریقت سب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر موقوف ہیں ۔ تمام کشفی باتوں اور عقلی چیزوں کے زر و جواھر کو پرکھنے کے لیے علم حدیث کی اتباع و پیروی لازمی امر ہے کیونکہ علم حدیث دونوں جہانوں کا سرمایہ سعادت اور حیات جاودانی کی دلیل راہ ہے ۔

پھر اس علم کے حصول کی راہ یہ بتائی ہے کہ روایان حدیث کے حالات کی چھان بین کرنے اور ان سے واقفیت رکھنے کے بعد حدیث کے معنی سمجھنے میں نہایت احتیاط سے کام لیا جائے کیونکہ اس امر میں کوتاہی کرنے سے ایک تو سچے اور جھوٹے راوی میں تمیز نہیں رہے گی اور دوسرے مقصد اور غیر مقصد میں فرق نہیں رہے گا ۔

اس کے بعد آپ نے طبقات کتب حدیث پر بحث کی ہے کہ پہلے طبقے میں تین کتب : موطا امام مالک ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم شامل ہیں اور قاضی عیاض کی ''مشارق الانوار'' ان ہی تین کتب کی شرح ہے ۔ ان تینوں کتب میں موطا امام مالک ، صحیحین کی اصل اور ماخذ ہونے کے باعث کمال شہرت کو پہنچی ہوئی ہے ۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم بسط و تفصیل اور احادیث کی تعداد کے اعتبار سے اگرچہ موطا سے دس گنا زیادہ ہیں ، لیکن حدیثوں کی روایت کا طریقہ ، راویوں کی جانچ پڑتال کا ڈھنگ ، اعتبار و استنباط کا اسلوب موطا سے ہی سیکھا ہے ۔ اس کے باوجود یہ دونوں کتب تمام علمائے اسلام کی مخدوم ہیں ۔

حدیث کی کتب کے دوسرے طبقے میں وہ تمام کتب شامل ہیں ، جن کی احادیث صحت ، شہرت اور قبولیت میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے درجہ تک نہ پہنچ سکیں ۔ مثلاً جامع ترمذی ، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی ۔ ابن الاثیر نے ان چھ کتب کے الفاظ غریبہ کی شرح اور مشکلات کو ضبط کرنے کے ساتھ ساتھ روایان حدیث کے ناموں اور دیگر متعلقات کی وضاحت کی ہے ۔ اس لحاظ سے ابن الاثیر کی ''جامع الاصول'' ان چھ کتب کی شرح ہے ۔

کتب حدیث کے تیسرے طبقے میں علمائے متقدمین یعنی امام بخاری اور امام مسلم سے پہلے یا ان کے ہم عصر یا ان کے بعد میں آنے والوں نے جن احادیث کو بیان کیا ہے لیکن ان کی صحت کا التزام نہیں کیا اور نہ ان کی کتب شہرت اور قبولیت میں طبقہ اولی اور ثانیہ تک پہنچ سکی ہیں ۔ یہ کتب مسند شافعی ، سنن ابن ماجہ ، مسند دارمی ، مسند ابی یعلی موصلی ، مصنف عبدالرزاق ، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ ، مسند عبد ابن حمید ، مسند ابو داؤد طیالسی ، سنن دار قطنی ، صحیح ابن حبان ، مستدرک حاکم ، کتب بیہقی ، کتب طحاوی اور تصانیف طبرانی ہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتب حدیث کے چوتھے طبقے میں وہ احادیث شامل ہیں، جن کا صحابہ و تابعین کے دور میں کسی قسم کا نام و نشان تک نہیں ملتا، لیکن متاخرین علماء نے ان احادیث کو نقل کیا ہے۔ ان کے متعلق دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو سلف صالحین کو ان کی چھان بین کرنے کے بعد کوئی اصل نہیں ملی کہ وہ ان کو روایت کرتے یا ان کی اصل پانے کے بعد ان میں وضاحت دیکھ کر روایت سے گریز کیا۔ بہرحال دونوں صورتوں میں ان احادیث سے اعتماد جاتا رہا اور وہ کسی عقیدہ یا عمل کے ثبوت کے لیے دلیل بنانے کے قابل نہیں رہیں۔ اس قسم کی کتب میں کتاب الضعفاء از ابن حبان، تصانیف حاکم، کتاب الضعفاء از عقیلی، کتاب الکامل از ابن عدی، تصانیف ابن مردویہ، تصانیف خطیب، تصانیف ابن شاہین، تفسیر ابن جریر، فردوس دیلمی بلکہ اس کی تمام تصانیف، تصانیف ابی نعیم، تصانیف جوزقانی، تصانیف ابن عساکر، تصانیف ابو شیخ اور تصانیف ابو بجار ہیں۔

اس کے بعد اکثر موضوع احادیث اور ان کی نشاندہی کے لیے چند کتب کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعد ازاں بعض راویوں کے ناموں کی تحقیق اور ضبط کو بیان کرتے ہوئے چند امثال کا ذکر کیا ہے کہ حدیث کی کتب میں سوائے پانچ جگہوں کے ہر مقام پر لفظ ''سلام'' کو لام کی تشدید کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اس طرح عمارہ، کریز، حزام، عسل، غنام، قمیر، مسور کے ضبط و تقریر کے مختلف قواعد بیان کیے ہیں۔

پھر اسی طرح چند نسبتوں کے قواعد بیان کرنے کے بعد چند ناموں اور ان کے قواعد و ضوابط کا ذکر کیا ہے۔ مندرجہ بالا قواعد و ضوابط کا ذکر کرنے کے بعد کتب احادیث کی اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً جامع، مسانید، معاجم، اجزاء، رسائل اور اربعینات۔

فصل دوم میں علم حدیث کی اسناد کو وضاحت سے بیان کیا ہے کہ میں نے حدیث اور دیگر تمام علوم کو اپنے والد ماجد سے حاصل کیا ہے اور اس علم کی بعض کتب مثلاً مصابیح السنة، مشکوة، مسوی شرح مؤطا، حصن حصین اور شمائل ترمذی نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھی اور سنی ہیں اور صحیح بخاری کی ابتداء کا کچھ حصہ بطریق درایت ان سے سنا ہے۔ اس طرح والد بزرگوار (شاہ ولی اللہ) کے دوستوں شاہ محمد عاشق پھلتی اور خواجہ امین ولی اللہی سے بھی اجازت حاصل کی ہے، جب کہ ان سب اصحاب نے شیخ ابو طاہر مدنی کا صوفیاء و عارفین کے واسطے سے سلسلہ سند مکمل طور پر بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شاہ ولی اللہ نے کتاب المؤطا، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مشکوة المصابیح اور حصن حصین جن جن شیوخ سے پڑھیں، ان کا سلسلہ سند شروع سے آخر تک بیان کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخر میں شاہ عبدالعزیز حدیث کے موضوع اور راوی کے جھوٹا ہونے کی چند علامتیں بیان فرماتے ہیں۔ مثلاً راوی رافضی ہو اور وہ صحابہ پر طعن کے متعلق حدیث بیان کرے یا راوی ایسی بات راویت کرے جس کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ہر مکلف پر فرض ہو یا ناصبی ہو اور اہل بیت پر طعن کے سلسلہ میں حدیث روایت کرے یا پھر حدیث میں لفظ و معنی کا رکیک ہونا یا پھر صغیرہ گناہ سے ڈرانے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا ہو یا پھر راوی نے حدیث کے وضع کرنے کا خود اقرار کیا ہو۔

گویا شاہ عبدالعزیز کا یہ فارسی رسالہ اصول حدیث کے متعلق ہے۔ اگرچہ شاہ صاحب نے اس فارسی رسالے ''عجالہ نافعہ'' کا کوئی نام تجویز نہیں کیا، لیکن موصوف کے ان الفاظ ''این رسالہ ایست رائعہ و عجالہ ایست نافعہ'' سے یہ رسالہ ''عجالہ نافعہ'' کے نام سے مشہور ہوگیا ہے۔ یہ مختصر رسالہ ہندوستان میں لکھنؤ اور دہلی کے علاوہ پاکستان میں لاہور اور کراچی سے کئی دفعہ شائع ہو چکا ہے۔

بستان المحدثین

خاتم المحدثین و علامہ زمان حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی فارسی تصنیف ''بستان المحدثین'' علوم و معارف کا بیش بہا گنجینہ ہونے کے باعث بہت اہمیت کی حامل ہے۔ شاہ صاحب کی یہ کتاب فن تاریخ کا ایک کامل ذخیرہ ہونے کے علاوہ مستند و جامع اور عمدہ و معتبر ہونے کی وجہ سے قبول عام کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ نے اس کتاب میں عالم اسلام کے تمام محدثین و مولفین عظام کے تاریخی حالات اور ان کی کتب حدیث کا تذکرہ نہایت شرح و بسط سے کیا ہے۔ یہ کتاب مصنف کی دینی و علمی تحقیقات اور تاریخ دانی میں کامل مہارت پر دلالت کرتی ہے، نیز اپنے دلکش، قابل دید اور خوبصورت انداز بیان کی وجہ سے فن تاریخ میں بے نظیر اور لاجواب تصنیف ہے۔

سراج الھند شاہ عبدالعزیزؒ نے ''بستان المحدثین'' کی ابتداء میں اس کی تالیف کا مقصد بیان فرمایا ہے کہ اکثر رسائل و تصنیفات میں ایسی کتب سے احادیث نقل کی جاتی ہیں کہ ان (احادیث) کا مطالعہ کرنے والے متعلقہ کتب کے پردہ تاریکی میں ہونے کے باعث حیرت و استعجاب کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کتابوں کے تذکرہ کے ساتھ ہی ان مصنفین کی شہرت کی وجہ سے ان کے حالات زندگی کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

گویا علم حدیث کے مطالعہ سے قبل ''بستان المحدثین'' کا بنظر غائر مطالعہ کرنا ضروری ہے تاکہ نامور محدثین اور ان کی تصانیف کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ صاحب کسی محدث کے حالات زندگی تحریر فرماتے ہوئے اس کا حلیہ، عادات و خصائل، اس کی دینی و علمی خدمات اور تصانیف کی اہمیت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے تلامذہ کے مختصر سوانح کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس (محدث) کے اپنے اشعار کے نمونے، اس کے متعلق اور اس کی تصنیف کی مدح و شان میں کہے گئے کچھ اشعار درج کرتے ہیں پھر اس محدث کی کسی کتاب کے مختلف مستند نسخوں کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ نسخے صاحب تصنیف کے کس کس شاگرد نے تیار کیے اور وہ کہاں کہاں پائے جاتے ہیں۔

شاہ صاحب نے بستان المحدثین کی ابتداء مؤطا امام مالک سے فرمائی ہے۔ امام مالک کا حلیہ و لباس، ان کی مجالس حدیث اور مؤطا کے تدریجی انتخاب کے بعد مؤطا کی مدح میں سعدون اور قاضی عیاض کے اشعار درج کیے ہیں، پھر مؤطا کے سولہ نسخوں اور ان کے امام مالک سے روایت کرکے جمع کرنے والوں کے حالات کا ذکر کیا ہے۔ یہ سولہ نسخے علامۃ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی، علامہ عبداللہ بن وہب، علامہ قعنبی، علامہ ابن القاسم، علامہ معن بن عیسیٰ، علامہ عبداللہ بن یوسف، علامہ یحییٰ بن بکیر، علامہ سعید بن عفیر، علامہ ابو مصعب زھری، علامہ مصعب بن عبداللہ زبیری، محمد بن المبارک صوری، سلیمان بن برد، یحییٰ بن یحییٰ التمیمی، ابو حذافہ سہمی، علامہ سوید بن سعید اور امام محمد بن الحسن شیبانی کے ہیں۔

شاہ صاحب نے ان راویوں کے نسخوں کا ذکر کرتے ہوئے شروع میں ان منفرد احادیث کو تحریر فرمایا ہے جو کہ مؤطا کے دوسرے نسخوں میں نہیں پائی جاتیں۔ مؤطا اور اس کے سولہ نسخوں کا ذکر کرنے کے بعد مختلف احادیث کے مجموعوں مثلاً مسانید، صحیح، سنن، معاجم، جامع، چہل حدیث اور دیگر بے شمار کتب کے اسماء نہایت تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

''بستان المحدثین'' کی پہلی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شاہ صاحب نے ہر کتاب کا تعارف اس کی پہلی حدیث سے کرواتے ہوئے اسے بعینہ اپنی تصنیف میں نقل کیا ہے اور جن علاقوں میں ان محدثین کرام کی کتب احادیث کی شہرت و مقبولیت نقطۂ عروج پر پہنچی، ان کے نام بھی تحریر فرماتے ہیں جیسا کہ ''صحیح ابو عوانہ'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''در مذہب شافعی بود و مذہب شافعی را اول کسیے کہ در اسفرائن آورد''۔[۲۶]

شاہ صاحب کی اس تصنیف کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ کسی کتاب کے مجموعہ حدیث کی تعداد بتانے کے علاوہ جن کتب احادیث میں ثلاثیات موجود ہیں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی تعداد بھی بتا دی ہے ۔ شاہ صاحب سنن ابی مسلم الکشی ، سنن سعید بن منصور اور مصنف عبدالرزاق کا تعارف کرواتے ہوئے ان میں ''ثلاثیات'' کی کثرت کے باعث انھیں کتب حدیث میں اعلیٰ و ارفع مقام دیتے ہیں ۔

بستان المحدثین کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ شاہ صاحب محدث کے مذہب اور اس کے ذاتی رجحان و میلان کو من و عن ظاہر کرتے ہیں تاکہ عام لوگوں کو ان کے مذہب اور رجحان کے بارے میں اندازہ ہو جائے۔ مثلاً امام نسائی کے متعلق فرمایا : ''او شافعی المذہب بود چنانچہ مناسک او بران دلالت میکند''۔۲۷

اسی طرح امام بیہقی کے مذہب کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ ''امام الحرمین در حق او گفتہ است کہ ہیچ شافعی در عالم نیست مگر امام شافعی را بروی منت و احسان مت الا ابو بکر بیہقی کہ منت و احسان او بر شافعی زیرا کہ در تصانیف خود نصرت مذہب او نموده و بتائید و نصرت''۔۲۸

شاہ صاحب فن معرفت علل حدیث و اسماء الرجال ، علم نحو و فن تجوید اور علم ادب و شعر میں یگانۂ روزگار محدثین کی صفات عالیہ کو بھی تفصیل سے بیان کرتے ہیں ۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی خود بھی ایک جلیل القدر نامور محدث اور متبحر و مشہور مفسر تھے ۔ شاہ صاحب کی اس تصنیف کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے علم حدیث ، محدثین کرام کے حالات زندگی اور ان کی تصنیفات کے علمی و عملی کمالات کا بچشم خود مشاہدہ کیا تھا ۔ صاحب ''الیانع الجنی'' بستان المحدثین کے بارے میں رقمطراز ہیں :

''منها کتابه بستان المحدثین جمع فیه علوم الحدیث مهذبة و اختصرها''۔۲۹

گویا آپ کے اس جامع و مستند مایہ ناز مجموعہ کے علاوہ متعدد علوم پر مبنی دیگر کتب آپ کی تبحر علمی اور وسعت نظری پر دلالت کرتی ہیں ۔ آپ کی تمام تصنیفات مسلمانوں اور عالم اسلام کے لیے ہمیشہ سرمایہ بصیرت بنی رہیں گی ۔

شاہ صاحب کی اس گراں قدر تصنیف کے اردو ترجمہ کے فرائض مولانا عبدالسمیع استاد دارالعلوم دیوبند نے سر انجام دیے ہیں ۔ یہ ترجمہ متعدد بار ہند و پاک سے شائع ہو چکا ہے ۔

فتاویٰ عزیزی

علم دین کے ستون شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی مذہبی اور علمی جواہر ریزوں پر مشتمل فارسی تصنیف ''فتاویٰ عزیزی'' کی دو ٹھوس جلدیں آپ کے تبحر علمی کا نچوڑ اور دینی معلومات کا وقیع سرمایہ ہے ۔ فقہ و عقائد ، تفسیر و تشریح اور تصوف و کلام کے اس مقبول و معروف دینی و علمی مخلوط مجموعے سے پوری ملت اسلامیہ خصوصاً اہل سنت و الجماعت کے تمام طبقات کے علماء ، طالبان علم دین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور متلاشیان حق ہر دور میں مستفید ہو سکتے ہیں ۔ اہل اسلام آپ کے علمی و مذہبی مقام اور مسلمانان ہند آپ کی دینی و علمی خدمات سے بخوبی واقف ہیں ۔ شرعی احکام اور عجیب و غریب مسائل دینیہ کے تحقیقی جوابات پر مشتمل آپ کا یہ بیش بہا علمی خزانہ آپ کی بلند پایہ تبحر علمی کا واضح ثبوت ہے ۔ اس تصنیف میں آپ بیک وقت ایک عظیم فقیہہ ، صوفی ، متکلم ، مفسر اور محدث دکھائی دیتے ہیں ۔ شاہ صاحب کا اپنے زمانے میں ہندوستانی مسلمانوں کو درس و تدریس ، افتا و فصل خصومات اور شاگردوں کی تعلیم و ترتیب میں مصروف ہونے کے علاوہ غیر ممالک کے مسلمانوں کے وسیع پیمانے پر سوالوں کے جوابات دینا آپ کی تمام علوم ظاہری و باطنی میں کامل مہارت کی ایک پختہ دلیل ہے ۔

فتاویٰ عزیزی تفسیر و تشریح ، عقائد ، تصوف ، خلافت اور فقہ کے موضوعات کے علاوہ چند رسائل پر مبنی ہے ۔ شاہ صاحب نے تفسیر و تشریح کے موضوع کے تحت واحدانیت پر مشتمل آیات قرآنیہ ، بعض قرآنی دعاوں میں ربنا اور بعض میں اللھم کی تخصیص کی وجہ ، انشاء اللہ کہنے سے بنی اسرائیل کی کامیابی اور انشاء اللہ کہنے کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کی ناکامی کی وجہ اور ذی القربی و بذی القربی میں حرف ''با'' کی خصوصیت کے علاوہ قرآن پاک کی چند اور خصوصی آیات کو بیان کیا ہے ۔

جلد دو کے اسی باب میں احادیث کے عنوان کے تحت صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد اور بہ ترتیب حروف تہجی اسماء راویان بیان کیے گئے ہیں ۔ علاوہ ازیں اثنا عشر امیر یا اثنا عشر خلیفہ کی توضیح ، آنحضرت کا اصحاب کہف کو معراج میں عرض اسلام اور ان کے قبول کی بابت بحث ، باغ فدک کا بیان اور اس کے متعلق ایک افتراء کی تردید ، رنگ نوروز کے معنی ، ترکوں کی بعض نرالی رسومات ، بارہ برج کی وجہ تسمیہ ، آسمان ، زلزلہ ، ابر ، برق اور دیوار قہقہہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے ۔

پھر جلد دوم میں ہی عقائد کے عنوان کے تحت بداء کے متعلق سیر حاصل بحث ، قیامت میں دیدار خداوندی کی نوعیت ، ابلیس سے سوال و جواب کی نوعیت ، میزان و پل صراط کی حقیقت ، تفصیل اولاد اعمام آنحضرت کی تشریح ، معراج شریف کا حال روایات کی روشنی میں ، شجرہ بیعۃ الرضوان ، فرقہ ناجیہ ، گمراہ فرقوں کا بیان ، فضیلت شیخین ، اقتداء بالشیعۃ کا مسئلہ ، لزوم کفر اور التزام کفر میں فرق ، فضائل ایمان ، اہل ایمان اور فرقہ امامیہ کے متعلق فیصلہ ، خوارج اور شیعہ میں مساوات کا وہم اور اس کا ازالہ ، لا علمی سے کلمہ کفر کہنا ، اہانت علم و علماء اور احادیث کی رکیک تاویلات کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے ۔

جلد اول میں تصوف کے عنوان کے تحت تصوف کے متعلق بصیرت افروز بحث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی گئی ہے ۔ اس کے ساتھ ہی مزارات کے آداب ، زیارت کا ذکر کرنے کے بعد بیعت کے انعقاد کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت کیا ہے ۔ اسی طرح طریقہ سہروردیہ ، قادریہ ، چشتیہ اور نقشبندیہ کی بنیاد کی وضاحت محققانہ انداز سے کرنے کے بعد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے خوابوں کی شرح بیان کی گئی ہے ۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی کی عبارات میں بعض امور پر اعتراضات کر کے ان کو دلائل سے واضح کر دیا گیا ہے ۔ علاوہ ازیں توحید وجودی و توحید شہودی میں اختلاف آراء کو بیان کرتے ہوئے دونوں توحیدوں کی مزید وضاحت کر دی ہے ۔

اسی جلد میں فقہ کے موضوع کے تحت مسائل نماز ، عورتوں کے لیے نماز کے احکام ، اعمال کے ثواب میں کمی بیشی ، مسائل دعا ، مسائل جنازہ ، مسائل روزہ ، مسائل حج ، مسائل نکاح ، حرمت متع ، مسائل طلاق ، مسائل بیع ، مسائل رھن ، مسائل ہبہ ، مسائل رشوت ، مسائل سود اور مسائل متفرقہ پر بحث و تمحیص کی گئی ہے ۔

گویا آپ کی یہ تصنیف آپ کے فتویٰ اور کچھ رسائل پر مبنی ہے ۔ اس کتاب میں رسالہ استحباب رفع سبابہ در تشہد ، رسالہ نماز زنان ، رسالہ معاد جسمانی ، رسالہ اصول مذہب ابی حنیفہ ، رسالہ غنا ، رسالہ بیع کنیزان ، بیان ماخذ مذاہب اربعہ ، شرح رویائی مولانا شاہ عبدالعزیز ، بیان محو و اثبات تقدیرات، رسالہ فیض عام، رسالہ احکام حج ، رسالہ عزیزیہ اور دیگر فتاویٰ شامل ہیں ۔

یہ تھا مختصراً شاہ صاحب کا دو جلدوں پر مشتمل دینی و علمی سرچشمہ فتاویٰ عزیزی ۔ گو کہ الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانا ایک معمولی بات نہیں ہے ، لیکن آپ نے خصوصاً ان تمام افتاء کو اپنی تصنیف میں اس انداز سے سمو دیا ہے گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے ۔ خوبصورت موتیوں سے مرصع آپ کا یہ علمی مجموعہ تمام ملت اسلامیہ کے لیے شمع ہدایت کا کام دیتا رہے گا ۔ آپ کا یہ ادبی شہ پارہ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے ۔

تحفہ اثنا عشریہ

شمس الہند شاہ عبدالعزیزؒ کی یہ معرکۃ الاراء تصنیف اپنے موضوع پر نہایت مدلل و مفصل اور متوازن واضح ہے ۔ اس کتاب میں شاہ صاحب کا انداز بیان نہایت حکیمانہ اور پر اثر ہے اور اعتدال قائم رکھتے ہوئے ہر مذہب کی کتب کے حوالے دیے ہیں ۔ علمائے محققین اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان اور علمائے مخالفین اس کے دلائل و براہین کے سامنے عاجز ہیں ۔ تحفہ اثنا عشریہ کے تذکرہ میں شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ ایک شخص نے اس کتاب کی بابت کہا ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ھذا کتاب لو یباع ذھبا بوزنہ لکان البائع المغبون"۔۳۰

شاہ صاحبؒ نے "تحفہ اثنا عشریہ" میں فرقہ امامیہ کی پوری حقیقت اور ان کے اعتراضات کے مکمل جوابات مع استشہاد و استدلال کے دیے ہیں ۔ شاہ صاحب نے یہ کتاب ہندوستان کے اس طبقے میں شیعیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لیے تحریر فرمائی تھی ۔ ۱۷۶۲ء تا ۱۷۸۲ء کے زمانہ تک شاہ ولی اللہ کے علاوہ آپ کے خاندان میں کوئی بھی شیعہ فرقہ کا شدت سے مخالف نہ تھا بلکہ اس زمانے میں تو شاہ عبدالعزیز صاحب نے "سر الشہادتین" جیسی کتاب تصنیف کی تھی ، جسے پڑھ کر یہ اندازہ کرنا مشکل دکھائی دیتا ہے کہ یہ وہی شاہ عبدالعزیزؒ ہیں کہ جو اپنے بھائیوں میں شیعیت کی تردید میں پیش پیش رہے اور بالآخر ان کو راہ راست پر لانے کے لیے "تحفہ اثنا عشریہ" تصنیف کی ، جس کے حقائق کا اندازہ لگائے بغیر شیعہ فرقہ نے شورش برپا کر دی جیسا کہ سر سید احمد خاں رقمطراز ہیں کہ :

"اوائل حال میں فرقہ اثنا عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقہ خاطر جہاں اہل تسنن کے ہوئے ۔ حضرت نے بہ سبب التماس طالبین کہاں کے کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" کہ غایت شہرت محتاج بیان نہیں ۔ بدل توجہ قلیل بصرف اوقات وجیز سے باین کثرت ضخامت تصنیف کی کہ ہر طالب علم بے مایہ بھی علمائے شیعہ کے ساتھ مباحثہ و مناظرہ میں کافی ہو گیا ۔ ثقات بیان کرتے ہیں کہ آپ تصنیف کے وقت عبارت اس کتاب کی اس طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا از بر یاد ہے اور حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقۂ مذکور نے شاید بجز نام کے سنا نہ ہوگا ، باعتماد حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت ، عبارت اور لطائف و ظرائف جیسے ہیں ، ناظرین پر ہویدا ہیں"۳۱

"تحفہ اثنا عشریہ" ۱۲۰۴ھ/۱۷۹۰ء میں پایہ تکمیل کو پہنچ چکی تھی اور اس کی باقاعدہ اشاعت ۱۲۱۵ھ/۱۷۹۹ء میں کلکتہ سے ہوئی ۔ کسی نے تحفہ کی تاریخ کہی ہے :

"تحفۂ ایک فن مداں کہ درد سوئے ہر معرفت سراغ آمد
سوئے الفاظ معانی اش بنگر ہست دریا کہ در ایاغ آمد
بسکہ نور ہدایت است و یقین سال تضیف او چراغ آمد۳۲

تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف کے دو سال بعد ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء میں شاہ صاحب کے ایک معاصر حکیم مرزا محمد دہلوی متوفی ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء نے تحفہ اثنا عشریہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے رد میں ''نزہت اثنا عشریہ'' تالیف کی، جس کا جواب شاہ عبدالعزیز نے ''عزة الراشدین'' سے دیا۔ پھر ''عزة الراشدین'' کا جواب حکیم باقر علی خاں اور دوسرے شیعہ علماء نے تحریر کیا۔ سید دلدار علی (متوفی ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء) نے تحفہ کے رد میں چھ کتب ''صوارم الاہیات، حسام الاسلام، احیاء السنۃ، رسالہ ذوالفقار، کتاب صوارم اور رسالہ غیبت'' لکھیں اور ان کے فرزند سید محمد (متوفی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۷ء) نے تحفہ کے رد میں دو رسالے ''البوارق فی بحثۃ الامت'' و ''طعن الرماح فی مبحث فدک و القرطاس'' تحریر کیے، پھر سید دلدار علی کے شاگرد مفتی سید محمد قلی خاں (متوفی ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۵ء) نے تحفہ کے پہلے باب کے رد میں ''سیف ناصری'' دوسرے باب کے رد میں ''تقلیب المکائد'' ساتویں باب کے رد میں ''تشید المطاعن و کشف الغفائن'' اور گیارھویں باب کے رد میں 'مصارع الافہام' لکھیں۔ مفتی سید محمد علی کے فرزند ارجمند مفتی حامد حسین (متوفی ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء) نے اپنی تمام عمر تحفہ کے رد میں گذار دی لیکن ان تمام کتب اور رسائل کے باوجود کوئی بھی اس کتاب (تحفہ اثنا عشریہ) کے مقام عالی تک نہ پہنچ سکا۔

ملفوظات عزیزیہ میں ہے کہ حسن رضا خاں نے تحفہ کا رد لکھنے کے لیے علامہ تفضل حسین خاں (متوفی ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء) سے کہا تھا مگر انھوں نے اس کا رد لکھنے سے انکار کر دیا۔

علمائے شیعہ نے تحفہ کے رد پر ہی اکتفانہ کیا بلکہ شاہ عبدالعزیز کی بلند مرتبہ تبحر علمی اور عظمت و وقار کو مجروح کرنے کی بھی ناقابل یقین اور مذموم کوششیں کی ہیں۔ کبھی تو اس کتاب کو آپ کی تصنیف بھی تسلیم نہ کیا اور یہ الزام تراشی کی کہ اس کتاب کے لکھنے میں دوسرے علماء بھی شامل رہے ہیں یا کبھی خواجہ نصراللہ کابلی کی کتاب ''صواعق موبقہ'' کا فارسی ترجمہ کہہ کر ''تحفہ'' کو مسروقہ کتاب کا نام دیتے ہوئے لوگوں میں غلط فہمی پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی اور پھر اس کی مکمل اور باقاعدہ اشاعت کے بعد اس کتاب میں لوگوں نے تحریفات کرنی شروع کر دی تھیں۔ بہر حال شاہ صاحب نے یہ کتاب خود تحریر فرمائی تھی اور اس میں کسی عالم فاضل کا کوئی عمل دخل نہیں رہا جیسا کہ ''تحفہ اثنا عشریہ'' کے مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے:

''درین رسالہ آنچہ از کتب معتبرہ شیعہ منقول است احتمال افتراء و بہتان را دراں گنجائش ندید زیرا کہ کتب منقول عنہا از مشاہیر کتب شیعہ و معتبرات ایشان اند باید کہ بیدماغی نفرماید و نقل را با اصل مطابقت دہد و ازاں نترسد کہ اگر صحت نقل ظاہر شود تقبل آن لازم گردد''۳۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علاوہ ازیں لکھنؤ میں بہت شد و مد کے ساتھ اس بات پر اعتراض کیا گیا کہ یہ کتاب خواجہ نصر اللہ کابلی کی کتاب ''صواعق موبقہ کا فارسی ترجمہ ہے۔ شاہ عبدالعزیز اپنے ایک شاگرد رشید مرزا حسن علی لکھنوی کو اس کتاب کے بارے میں استفسار کرنے پر ایک طویل مکتوب میں پوری تفصیل فراہم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''تحفہ اثنا عشریہ'' کی تصنیف کے وقت اہل سنت کی وہ کتب جو مذہب شیعہ کے رد میں ہیں اور فرقہ شیعہ کی وہ کتب جو مذہب اہل سنت کے رد میں تالیف ہوئی ہیں، فراہم کیں . . . اہل سنت کی اس بارے میں ''نواقص الروافض''، ''فراقض الرافض'' ''صواعق محرقہ'' اور ''شرح تجرید'' جیسی کتب مد نظر تھیں، جب کہ اس کے متعلق شیعہ مذہب کی کتب ''مصائب النواصب'' ''شبہات الاعور'' ''اظہار الحق اور سفینۃ النجات'' مہیا ہوئیں اور دوسری طرح کی وہ کتابیں بھی سامنے تھیں جس میں مسئلہ امامت و شروط و موانع امامت مفصل طور پر مذکور ہے۔ اس بارے میں اہل سنت کی کتب میں سے ''شرح مقاصد کی بحث امامت'' ''شرح مواقف'' ''طوالع الانوار'' اور ''اربعین'' پیش نظر تھیں اور شیعہ مذہب کی کتب میں سے تصانیف ''علامہ حلی'' ''حدائق موبقہ'' جو ''صواعق محرقہ'' کے رد میں ہے اور ''مقداد'' بہم پہنچی۔ تیسری طرح کی وہ کتابیں تھیں، جن میں مذہب شیعہ کے تمام مسائل کو رد کیا گیا ہے۔ مثلاً اہل سنت کی کتب ''ابطال الباطل'' ''صواعق موبقہ'' تالیف نصر اللہ کابلی کی اور مذہب شیعہ کی کتب علامہ حلی کی ''منہج الحق'' اور قاضی نور اللہ شوستری کی ''احقاق الحق'' مہیا ہوئیں۔ تینوں طرح کی یہ کتب ''تحفہ اثنا عشریہ'' کی تالیف کے وقت موجود اور مستحضر تھیں اور اس وقت ''صواعق موبقہ'' کی ترتیب نہایت پسند خاطر ہوئی لہذا اسی کی ترتیب کے موافق امر کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' کو مرتب کیا . . . صرف اس وجہ سے کہ ''تحفہ اثنا عشریہ'' کی ترتیب ''صواعق موبقہ'' کی ترتیب کے مرافق ہے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ''تحفہ اثنا عشریہ'' صواعق موبقہ کا ترجمہ ہے چنانچہ جس طرح ''مواقف'' کو ''طوالع'' سے اخذ کیا ہے اور ''مسلم'' کو ''مختصر الاصول'' ابن حاجب سے تو ظاہر ہوا کہ اس طرح ''صواعق'' اور ''تحفہ'' میں کیا فرق ہے۔''[۳۴]

تحریفات کے سلسلے میں آپ کے ایک معتقد نے ایک تحریف شدہ اور خلاف عقیدت اہل سنت عبارت ''تحفہ'' کے ایک نسخہ میں دیکھ کر اپنی خلش دور کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی، جس کے جواب میں شاہ صاحب نے ایک طویل مکتوب تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

'' وتعریضات در باب معاویہ رضی اللہ عنہ' ازین فقیر واقع نشدہ اگر در نسخہ از تحفہ اثنا عشریہ یافتہ شود الحاق کسے خواہد بود کہ برفتنہ انگیزی و کید و مکر بنائے مذہب ایشان یعنی گروہ رفضہ از قدیم برہمین امور است این

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کار کردہ باشد چنانچہ بسمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند و اللہ خیر حافظاً و این تعریضات نسخ معتبرہ البتہ یافتہ نخواہد شد"۳۵

شاہ صاحب نے اپنی اس کتاب کے آغاز میں اپنا نام غلام حلیم تحریر فرمایا ہے تو آپ کے اس مکتوب سے، جو آپ نے "تحفہ اثنا عشریہ" کے بارے میں مرزا حسن علی لکھنوی کو تحریر کیا، پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنا نام اس لیے پوشیدہ رکھا کہ آپ نے اپنی اس تصنیف پر فخر یا خوشی محسوس نہیں کی اور نہ ہی اس کی تصنیف سے آپ کا مقصد شہرت حاصل کرنا تھا۔

تحفہ اثنا عشریہ کی باقاعدہ اشاعت ۱۲۱۵ھ/۱۷۹۹ء میں کلکتہ سے ہوئی۔ بعد ازاں لوگوں نے اس میں تحریف کرنی شروع کر دی تھی پھر سر سید احمد خان نے ۱۲۶۰ھ/۱۹۴۴ء میں اپنے استاد مولوی نور الحسن صاحب کی مدد سے تحفہ اثنا عشریہ کے دسویں اور بارھویں باب کا اردو ترجمہ "تحفہ حسن" کے نام سے شائع کیا۔ یہ دونوں باب خلفائے ثلاثہ ام المومنین اور صحابہ کے مطاعن کے جواب اور تولا و تبرا کے بیان میں ہیں۔ غالباً یہ تحفہ اثنا عشریہ کا پہلا جزوی ترجمہ تھا۔ اس کے بعد یہ کتاب ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء میں سہیل اکیڈمی کراچی سے فارسی میں شائع ہوئی۔ محمد علی خان ارکاٹی کے لڑکے نے مولوی اسلمی سے عربی زبان میں ترجمہ کروا کر ملک عرب میں بھیجا تھا۔ اس کے علاوہ اردو ترجمہ کے فرائض مولوی سعد حسن خان یوسفی نے سرانجام دیے ہیں۔

السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل

سراج الامت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی فارسی تصنیف "تحفہ اثنا عشریہ" کے اختتام کے طور پر ایک مختصر اور مستقل فارسی رسالہ "سر الجلیل فی مسئلہ التفضیل" اپنے بعض دوستوں کی خواہش اور فرمائش پر بطور عجالۃ الوقت نہایت مفید انداز میں تحریر فرمایا جیسا کہ اس رسالہ کے آغاز میں ہی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

"چون از تسوید تبنئیض تحفہ اثنا عشریہ بعون عنایت الٰہی فراغت حاصل شد بعضے از دوستان صادق و یاران موافق با آرزوی تمام و اشتیاق مالا کلام استدعا نمودند کہ مسئلہ تفضیل را نیز تفضیلے لائق دادہ شود تا دربن مباحث کہ نقل ہر مجلس و مشغولہ ہر محفل اند لفظے باقی نماند بنا بران این رسالہ مختصرہ' بطریق عجالۃ الوقت بتحریر آمد کہ مالا یدرک کلہ لایترک کلہ و سمیناھا بالسر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل"۳۶

اس رسالہ میں آپ نے عقلی و نقلی دلائل سے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ کوئی چیز کسی چیز سے یا کوئی انسان کسی سے کن وجوہات کی بنا پر افضل ہے چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معیار فضیلت کے مطابق صحابہ کرام کے حالات کا موازنہ کرتے ہوئے اپنے ٹھوس اور پختہ دلائل سے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اصول ترجیح اور تفضیل کے لحاظ سے تمام صحابہ کرام میں افضل حضرت ابوبکر صدیق ہی ہوسکتے ہیں - خلافت کی ترتیب بھی بعنیہ قرآن اور سنت کے اصولوں کے مطابق ہے لہذا اس رسالے کو شاہ صاحب نے گیارہ مقدموں میں تقسیم کیا ہے -

مقدمہ اول میں فضیلت عمومی اور جزئی کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد مقدمہ دوم میں فضیلت جزئی کی سات اقسام کو بیان کیا ہے - مقدمہ سوم میں فضیلت کی دو قسموں فضلیت عمومی یا اختصاصی اور فضلیت جزئی کے دو نتیجوں کا ذکر کیا گیا ہے - مقدمہ چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب فضیلت کی دو قسموں کے پہلے نتیجے ''افضل کی تعظیم و تکرار کو بیان کرتے ہیں - مقدمہ پنجم میں ازواج مطہرات کو تعظیم کا مستحق قرار دیا ہے - مقدمہ ششم میں شاہ صاحب مسئلہ تفاضل یعنی بعض چیزوں کی بعض پر فضلیت رکھنے کی وضاحت کرتے ہیں - مقدمہ ہشتم میں شاہ صاحب سیادت اور فضیلت و امامت میں فرق کی وضاحت کرتے ہیں - مقدمہ نہم میں صحابہ کرام میں سے بعض کی بعض پر فضیلت کا بیان ہے - مقدمہ دہم میں اعمال کے لحاظ سے افضل و مفضول کی تحقیق کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کو افضل ثابت کیا ہے - گیارھویں مقدمے میں حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کے فضائل کا مقابلہ و موازنہ کیا گیا ہے -

رسالہ سر الجلیل گیارہ مقدمات پر مبنی ہے ، جس میں ایک کی دوسرے پر فوقیت و فضیلت کو آن کے اعمال کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے - اس کتاب کے آخر میں شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کتاب گویا تحفہ اثنا عشریہ کا تتمہ ہے - اس رسالے کے اردو ترجمہ کے فرائض مفتی محمد شفیع صاحب نے سرانجام دیے ہیں -

سر الشہادتین

جلیل القدر اور مقتدر عالم مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے اس مستند ومختصر عربی رسالے میں حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے فضائل اور شہادت کے درد انگیز اور پر ملال واقعات پر نہایت موثر انداز میں روشنی ڈالی ہے اگرچہ واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین پر بھرپور مبالغہ اور رنگ آمیزی سے بے شمار کتب و رسائل لکھے گئے ہیں لیکن شاہ عبدالعزیز نے اپنی اس قابل قدر تصنیف ''سر الشہادتین'' میں مستند احادیث اور مسلم الثبوت اصلی واقعات پر مبنی حالات کو نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کرتے ہوئے حقائق کی وضاحت کر دی ہے - شاہ صاحب نے یہ مقبول و معروف رسالہ اپنے معتقدات کے مطابق اور بلا تفریق و امتیاز تحریر فرمایا ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس رسالے کا آغاز شاہ صاحب نے محبوب خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فطرت میں یکجا خوبیوں سے کیا ہے کہ آپ کو حضرت آدم اور داؤد علیہما السلام کی طرح خلافت ، حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح ملک ، حضرت یوسف علیہ السلام کی مثل حسن اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح خلعت عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ سے ہم کلام ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح عابد اور جناب نوح علیہ السلام کی طرح شاکر تھے گویا آپ کے وسیع علم ، مکمل عرفان ، قوت فیصلہ و فتویٰ ، اجتہاد و احساب اور کمالات قرأت کے علاوہ بے شمار خوبیوں کو بیان کیا ہے اور میدان جہاد میں آپ کو درجہ شہادت نہ ملنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس طرح عوام کی نظر میں اسلام کی قوت شکستہ اور دین ناکارہ ہو جاتا ۔

پھر شہادت کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک شہادت خفی اور دوسری شہادت جلی ۔ شہادت کی اقسام کا ذکر کرنے کے بعد امام حسن اور امام حسین کو فرزندان رسول قرار دے کر اُس کی دو دلیلیں بیان کی ہیں ۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ نواسہ بمنزلہ فرزند کے ہوتا ہے اور دوسری دلیل یہ کہ آنحضرت نے اُن کو بیٹا بنایا تھا ، جس کی تائید میں شاہ صاحب نے بہت سی روایتیں بھی پیش کی ہیں ۔ پھر حضرت امام حسن کی شہادت کے بارے میں احادیث کا ذکر کرنے کے بعد وہ تمام عبرت انگیز واقعات اجمالاً پیش کیے ہیں جن کا ظہور شہادت کے بعد ہوا ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ چند صفحات پر مشتمل عربی رسالہ ''سر الشہادتین'' سب سے پہلے مطبع مصطفائی سے ترجمے کے ساتھ طبع ہوا تھا ۔ پھر متعدد بار یہ رسالہ مختلف مقامات سے طبع ہوا اور اس کے بے شمار ترجمے بھی ہو چکے ہیں ۔

مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ شاہ عبدالعزیز کا عربی رسالہ ''عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس'' خلفائے اربعہ اور اہل بیت کے فضائل پر مبنی ہے ۔ شاہ صاحب کے اس چھوٹے سے رسالے پر سرسری اور اجمالی نظر ڈالنے سے اس گوہر نایاب کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا بہت آسان ہے ۔ شاہ صاحب نے خلفائے اربعہ کے فضائل میں مشہور احادیث کو نہایت محققانہ انداز میں بیان کیا ہے ۔

اس رسالے کے علاوہ فخرالمحدثین شاہ عبدالعزیز کا رسالہ ''وسیلۃ النجات'' آپ کے احباب میں سے کسی کے سوال کا جواب ہے جیسا کہ آپ نے اس رسالہ کی ابتداء میں فرمایا ہے :

''سبب تالیف شخصے از آشنایان کہ بمذہب تشیع الفت داشت استدعا نمود کہ چند کلمہ در بیان دلائل حقیقت فرقہ ناجیہ باید نوشت بحکم الدین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

النصیحۃ اجابت آن مسئول کردہ آمد و این رسالہ را وسیلۃ النجات نامیدہ شد''۳۷

اس رسالے میں شاہ صاحب نے نصوص قرآنی کو بنیاد بنا کر فرقہ ناجیہ اہل سنت و الجماعت کو ثابت کیا ہے ۔ علاوہ ازیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے دور میں پیش آنے والے شیعہ و سنی مسائل پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے دلائل و براہین سے اہل سنت و الجماعت کی حقانیت کو ثابت کیا ہے تاکہ طالبان راہ نجات اس پر عمل کریں اور باطل مذہب سے دست بردار ہو جائیں ۔ شاہ صاحب سے اس موضوع پر تبصرہ کرنے والے کا مختصر سوال یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک ان کا مذہب برحق اور قرآن و حدیث کے موافق ہے ۔ شیعہ کی سب کتب باطل اور افتراء ہیں اور اہل سنت اپنے مذہب کی نسبت اہل بیت کی طرف کرتے ہیں بلکہ ہمارا مذہب اہل بیت کا مذہب ہے اور شیعیوں کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ ہمارا مذہب قرآن پاک کے موافق اور طریق کار امام جعفر صادق کا طریقہ ہے اور اہل سنت کی کتب قابل اعتبار نہیں ۔ اس سلسلے میں آیات قرآنی سے وضاحت کرنی چاہیے ۔

شاہ صاحب اس کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ کسی مذہب کو مستحکم اور راسخ دیکھنے کے بعد اسے حق سمجھو ، پھر اس مذہب کی کتب دیکھنے کے بعد اس پر پورے طور پر عمل پیرا ہو جاؤ ۔ البتہ کسی باطل مذہب کو دیکھنے کے بعد اس کی کتب کو ضائع کر دو کیونکہ ایسا مذہب اہل بیت کا نہیں ، بلکہ شیطان کا ہے ۔ اہل سنت مذہب کی بنا تو خلفائے اربعہ کے ایمان و تقویٰ و اصلاح و راستی پر ہے اور چاروں خلفاء کے بعد ان اصحاب رسول کے عدل و انصاف پر جو خلافت کو حسب معمول چلانے کے ساتھ ساتھ اہل بیت کی خدمت بجا لاتے تھے ۔ اس کے برعکس مذہب شیعہ کی بنا اس بات پر ہے کہ وہ حضرت علی کے علاوہ خلفائے ثلاثہ کے کفر و نفاق کے قائل ہیں ۔ ان لوگوں کے نزدیک صحابہ کرام کا ایمان کفر و نفاق پر مبنی ، ان کی ہجرت ریاست کے حصول کے لیے اور ان کا جہاد و عبادت ریا و طمع و لالچ کی غرض سے تھا ۔ حالانکہ یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں تھا چنانچہ اس رسالے میں مختصراً آیات کے حوالوں سے دلائل دیے ہیں ۔

شاہ صاحب کی مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ دیگر تصنیفات میں ''میزان البلاغت'' میزان العقائد ، نظام العقائد ، میزان الکلام ، اعجاز البلاغت ، قصائد کی شرح ، حواشی ، شروع اور بے شمار چھوٹے چھوٹے رسائل موجود ہیں ۔ یہ تمام تصنیفات آپ کے علمی و ادبی دقائق کا زبردست مجموعہ ہیں ۔ علاوہ ازیں قرائن و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا کچھ ذخیرہ تالیف غفلت احباب و ارباب اور انقلاب زمانہ کی نذر ہو گیا ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان تمام تصانیف کے علاوہ شاہ صاحب نے بے شمار عربی خدمات بھی انجام دی ہیں، جن میں خاص طور پر شیخ احمد کے مناقب حیدریہ پر تقریظ، شاہجہان آباد کی تعریف میں قصائد، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں عربی قصائد اور اس پر آشوب دور کے سیاسی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے دشمنوں (سکھ اور مرہٹہ) کے تباہ و برباد اور فنا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اپنے چچا شاہ اہل اللہ کے نام عربی خطوط تحریر فرماتے ہیں۔ شاہ صاحب کی ان عربی منظوم و منثور خدمات سے آپ کی دینی استعداد، علمی تبحر، کمال ادب اور فضل و کمال پتہ چلتا ہے۔

حواشی حوالے

۱۔ حیات ولی، عبدالرحیم بخش دہلوی، ص ۶۰۱، مطبع دین محمدی پریس ۱۹۵۵ء۔

۲۔ ملفوظات عزیزی، ص ۹۷ مطبع مجتبائی میرٹھ طبع ۱۳۱۴ھ۔

۳۔ تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمان علی، ص ۱۲۲۰ء، مطبع، ایجوکیشنل پریس کراچی، ۱۹۶۷ء۔

۴۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ملفوظات، ص ۳۶۔

۵۔ سید ناصر نذیر فراق، لال قلعہ کی ایک جھلک، ص ۸۸، محبوب المطابع طبع دوم۔

۶۔ سید ناصر نذیر فراق، لال قلعہ کی ایک جھلک، ص ۸۷، ۸۸۔

۷۔ محمد حسین آزاد، دیوان ذوق، ص ۴۰، مطبع اسلامیہ لاہور، سن ندارد۔

۸۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ملفوظات، ص ۲۷۔

۹۔ نواب صدیق حسن خاں، اتحاف النبلاء، ص ۲۹۷، مطبع نظامی کان پور، ۱۲۸۰ھ۔

۱۰۔ اتحاف النبلاء، نواب صدیق حسن خاں، ص ۲۹۶۔

۱۱۔ آثار الصنادید، سر سید احمد خاں، ص ۱۷، مطبع سید الاخبار ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۷ء۔

۱۲۔ ملفوظات عزیزی، ص ۵، ۶۔

۱۳۔ تراجم الفضلاء، انتظام اللہ شہابی، ص ۱۶، مطبع پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نیو کراچی ۱۹۵۶ء۔

۱۴۔ علم و عمل، وقائع عبدالقادر خانی، ج ۲، ص ۲۳۶، مطبع ایجوکیشنل پریس کراچی ۱۹۶۰ء۔

۱۵۔ فتاویٰ عزیزی، شاہ عبدالعزیز، ج ۱، ص ۱۳۰، ۱۳۱، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۴ھ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۶- مقدمہ فتح العزیز ، شاہ عبدالعزیز ، ج ۱ ، ص ۳ ، مطبع حیدری بمبئی ۱۲۹۴ھ -

۱۷- تذکرہ علمائے ہند ، رحمان علی ، ص ۱۲۲ -

۱۸- مقالات طریقت ، عبدالرحیم ضیاء ، ص ۳۳ ، مطبع و سن ندارد -

۱۹- فتاویٰ عزیزی ، شاہ عبدالعزیز ، ج ۰ ، ص ۳۲ ، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۴ھ -

۲۰- فتاویٰ عزیزی ، شاہ عبدالعزیز ، ج ۲ ، ص ۳۴ -

۲۱- فتاویٰ عزیزی ، شاہ عبدالعزیز ، ج ۲ ، ص ۴۲ -

۲۲- فتاویٰ عزیزی ، شاہ عبدالعزیز ، ج ۲ ، ص ۴۹ -

۲۳- تفسیر فتح العزیز چند حقائق کی روشنی میں ، پروفیسر عضدالدین ، ص ۲۲۶ ، (الرحیم) سعید آرٹ پریس حیدر آباد -

۲۴- نزہۃ الخواطر ، سید عبدالحئی لکھنوی ، ج ۷ ، ص ۳۷۲ ، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء -

۲۵- عجالہ نافعہ از شاہ عبدالعزیز ، ص ۱ ، مطبع ایجوکیشنل پریس کراچی ۱۳۸۳ھ -

۲۶- بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز، ص ۳۶، مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۸ء -

۲۷- ایضاً ، ص ۱۱ -

۲۸- ایضاً ، ص ۵۰ -

۲۹- الیانع الجنی ، محمد محسن ترہتی ، مطبع جید پریس دہلی ، ۱۳۴۹ھ -

۳۱- ملفوظات عزیزی ، ص ۳۷ -

۳۲- آثار الصنادید ، سرسید احمد خاں ، ص ۱۷ -

۳۳- ملفوظات ، ص ۲۳ -

۳۴- مقدمہ تحفہ اثنا عشریہ ، شاہ عبدالعزیز ، ص ۳ ، ایور گرین پریس لاہور ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء -

۳۵- فتاویٰ عزیزی ، شاہ عبدالعزیز ، ص ۱۳۰ ، ۱۳۱ -

۳۶- مکتوبات شاہ عبدالعزیز ، ص ۲۶۵ ، ۲۶۶ ، مطبع جاوید پریس کراچی ۱۹۶۵ء

۳۷- سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل ، شاہ عبدالعزیز ، ص ۹۰ ، مطبع جاوید پریس کراچی ۱۹۶۵ء -

۳۸- وسیلۃ النجات ، شاہ عبدالعزیز ، ص ۲۰۲ ، مطبع جاوید پریس کراچی ۱۹۶۵ء -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پروفیسر محمد اسلم*

سیرت فیروز شاہی

خدا بخش اوریئنٹل پبلک لائبریری بانکی پور (پٹنہ) میں ''سیرت فیروز شاہی'' کے عنوان سے ایک بڑا دیدہ زیب اور نادر مخطوطہ محفوظ ہے[1] - اس کا کوئی دوسرا نسخہ دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا - اس مخطوطہ کی ضخامت ۱۷۹ ورق (۳۵۸ صفحات) ہے - اس کے سرورق پر آٹھ اور پشت پر تین مہریں ثبت ہیں جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ متعدد اہل علم حضرات کی ملک رہ چکا ہے - اس کی کتابت ۲۲ ربیع الثانی ۱۰۰۲ھ کو اکبر کے عہد میں مکمل ہوئی - بدقسمتی سے مصنف کا نام متن میں کہیں نہیں آیا اور نہ ہی کسی مؤرخ نے اس کا ذکر کیا ہے -

فاضل مصنف سلطان فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱ء - ۱۳۸۸ء) کا ہمعصر تھا اور اس نے یہ کتاب ۷۷۰ھ میں قلمبند کی تھی[2] - اس کتاب کا آغاز تغلق خاندان کے بانی سلطان غیاث الدین تغلق (م ۱۳۲۵ء) کے ذکر سے ہوتا ہے - جسے مصنف — سلطان سعید شہید غازی تغلق شاہ طاب ثراہ — کے القاب و دعا سے یاد کرتا ہے - سلطان موصوف کا مختصر ذکر کرنے کے بعد فاضل مصنف—سلطان محمد شاہ انار اللہ برھانہ—کا ذکر گجرات میں طغی کی سرکشی (۱۳۴۵ء) سے شروع کرتا ہے -

طغی ایک ترکی النسل غلام تھا - چند سوداگر اسے ترکستان سے ہندوستان لائے اور چند قمیتی تحائف کے ساتھ اسے بھی سلطان غیاث الدین تغلق کی خدمت میں پیش کیا - سلطان نے اسے صفدر ملک قران سلطانی کے حوالے کر دیا - طغی اپنی ذہانت اور قابلیت کی بنا پر جلد ہی درباری حلقے میں مشہور ہوگیا - صفدر ملک کی وفات کے بعد محمد بن تغلق نے پہلے اسے شحنۂ بارگاہ بنایا اور بعد ازاں وزیر کی فوج میں ایک اونچے عہدے پر فائز کیا - اس نے اپنی ملازمت کے دوران میں کسی سنگین جرم کا ارتکاب کیا تو اسے یمن جلا وطن کردینے کا حکم صادر کیا - جب سپاہی اسے گرفتار کر کے کھنبائت لے جا رہے تھے تو اسی دوران میں گجرات میں بغاوت ہوگئی - طغی نے بغاوت فرو کرنے میں اہل کھنبائت کی مدد کی - سلطان نے اس خدمت کے صلہ میں اس کی سزا معاف کر دی اور اسے شحنۂ بارگاہ مقرر کیا[3] -

---

*ایسوی ایٹ پروفیسر شعبہ تاریخ ، جامعہ پنجاب -

۱- سیرت فیروز شاہی ، مخطوطہ فارسی نمبر ۹۹ -

۲- Dr. Mahdi Husain, The Rise and Fall of Muhammad bin Tughluq, London : 1938, p. 255.

۳- Ibid, p. 185.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انھی ایام میں سلطان کو دکن میں بغاوت کی خبر ملی۔ دکن روانگی سے قبل اُس نے تتار ملک بہادر سلطانی کو گورنر کا معاون مقرر کیا۔ ان دنوں طغی ھی گجرات میں تھا اور اس کے پاس ایک خوبصورت گجراتی کنیز اور ایک بڑا عمدہ عربی النسل گھوڑا تھا۔ تتار ملک نے طغی سے کنیز اور گھوڑا ہتھیانے کی کوشش کی جس سے مشتعل ہو کر طغی نے بغاوت کر دی اور ملک یوسف بغرا کو شکست دے کر قتل کر ڈالا۔ اسی اثنا میں سلطان محمد بن تغلق گجرات پہنچ گیا۔ طغی نے تکل پور کے مقام پر سلطان کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھائی اور پٹن کی جانب فرار ہو گیا۔

سلطان محمد بن تغلق کو حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ اور ان کے خاندان کے ساتھ بڑی عقیدت تھی[۴]۔ سلطان نے بابا صاحبؒ کے پوتے شیخ معزالحق کو گجرات کا گورنر مقرر کیا۔ جب طغی پٹن پہنچا تو اس وقت شیخ موصوف وہیں تھے۔ طغی نے انھیں قتل کر دیا اور شاہی فوج کے مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے سندھ کی جانب بھاگ گیا۔ سلطان نے اس کا تعاقب جاری رکھا اور جن دنوں وہ ٹھٹھہ کے قریب خیمہ زن تھا، افطاری کے تھوڑی دیر بعد قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔

محمد بن تغلق کی وفات کے بعد اس کا چچا زاد بھائی فیروز تغلق تخت نشین ہوا۔ وہ بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ فاضل مصنف اسے بادشاہ ہمایوں اور بادشاہ اسلام کے القاب سے یاد کرتا ہے۔ وہ اوصاف حمیدہ اور الطاف پسندیدہ کا مالک تھا۔ وہ ظالم کا ہاتھ روکتا اور مظلوم کو ظالم کے ظلم سے بچاتا تھا[۵]۔

سلطان فیروز شاہ کی تخت نشینی کا ذکر کرنے کے بعد مصنف سلطان شمس الدین والیٔ بنگالہ کا ذکر شروع کر دیتا ہے۔ سلطان موصوف کا ذکر کئی اوراق پر پھیلا ہوا ہے۔ سلطان فیروز تغلق کے والد کا نام عام طور پر تاریخوں میں رجب سپہ سالار دیکھنے میں آیا ہے۔ سیرت فیروز شاہی واحد تصنیف ہے جس میں اس کا نام مع لقب نصیر الدولہ والدین رجب مرقوم ہے۔

فاضل مصنف نے سلطان فیروز شاہ تغلق کی فتوحات بڑے شاندار پیرایہ میں بیان کی ہیں اور سیکھر کی فتح اور جاج نگر (موجودہ اڑیسہ) پر قبضہ اور وہاں کے

۴۔ سیرت فیروز شاہی، ورق ۹ ب۔
۵۔ سیرت فیروز شاہی، ورق ۱۶ الف۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بتکدوں کی تباہی کا بڑا «ایمان افروز» منظر دکھایا ہے۔ مصنف نے سلطان فیروز شاہ کے ہاتھوں جاج نگر کے ایک بڑے مندر کی تباہی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

«این بتخانہ قدیم را کہ برلب دریائے شرق بود خراب کردہ بعد تخریب بدریا غرق گردانیدہ»[۶]۔

نگر کوٹ کی مہم ۱۳۶۰ء میں پیش آئی۔ اس مہم کے دوران میں سلطان فیروز شاہ نے «بحکم شرع اسلام» بتخانوں کی تباہی سے اپنا دامن بچائے رکھا[۷]، حالانکہ یہی مصنف سلطان موصوف کے ہاتھوں جاج نگر کے مندروں کی تباہی کا ذکر بڑے فخریہ انداز میں کر چکا ہے۔

اتفاق سے جس زمانے میں نگر کوٹ اور جوالا مکھی[۸] کی مہم پیش آئی وہ سخت گرمی کا موسم تھا۔ سلطان کے حکم سے پچاس ہاتھیوں پر مصری لاد کر نگر کوٹ لائی گئی۔ ایک تالاب میں مصری اور برف ڈال کر شربت تیار کیا اور اس پر سلطان محمد بن تغلق کی فاتحہ دلوائی۔ اس دن شربت نوش کرنے کا اذن عام تھا۔ اس لیے سپاہیوں نے سیر ہو کر شربت نوش کیا[۹]۔

ایک بار سلطان فیروز تغلق حصار فیروزہ کے دورہ پر گیا۔ فاضل مصنف نے اس دورہ کی تفصیل بڑے عمدہ پیرایہ میں قلمبند کی ہے۔ سندھ میں جزیرہ دمریلہ باغیوں اور جرائم پیشہ افراد کی کمین گاہ بن چکا تھا۔ سلطان فیروز شاہ نے ان کا قلع قمع کیا۔

علاء الدین جام جونہ اور صدر الدین بانھبینہ، جنھیں فاضل مصنف «سید قوم اہل سند» لکھتا ہے، نے سندھ میں آزاد حکومت قائم کر لی تھی۔ وہ در پردہ منگولوں کی بھی مدد کرنے لگے تھے اور ان کے ساتھ مل کر گجرات اور ملتان پر حملے کیا کرتے تھے۔ سلطان فیروز نے ٹھٹھہ کا محاصرہ کر لیا، لیکن اسے فتح کرنے میں ناکام رہا۔ سلطان نے گجرات جا کر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری کی اور ٹھٹھہ پر چڑھائی کر دی۔ اس بار جام جونہ اور بانھبینہ نے حضرت مخدوم جہانیاںؒ کو درمیان میں ڈال کر صلح کر لی[۱۰]۔ سلطان انھیں دہلی لے گیا، لیکن کچھ عرصہ بعد ان کے رویہ سے متاثر ہو کر انھیں رہا کر دیا[۱۱]۔ فاضل مصنف نے اس بغاوت کے بعض گوشوں سے پردہ سرکایا ہے۔

۶۔ سیرت فیروز شاہی، ورق ۳۲ ب۔ ۷۔ سیرت فیروز شاہی، ورق ۳۸ ب۔

۸۔ فاضل مصنف جوالا مکھی کو جالا مکھی اور ستلج کو ستلد لکھنے کا عادی تھا۔

۹۔ سیرت فیروز شاہی، ورق ۳۹ ب۔

۱۰۔ شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۲، ص ۱۷۲۔

۱۱۔ محمد معصوم بھکری، تاریخ سندھ، مطبوعہ بمبئی: ۱۹۳۸، ص ۶۵، ۶۶۔

© rasailojaraid.com